تعلیمی اداروں میں جسمانی سزا کا شرعی حکم

Corporal Punishment in Educational Institutions in Perspective of Sharia

ڈاکٹر محمد نعیم[i] انور علی[ii]

Abstract

This study is to investigate the permissibility and limitation of corporal punishment given to the children in the educational institutions all over the country. The researcher has selected the Quranic Verses [Words of Allah], Hadiths [sayings of the Holy Prophet] and the Islamic Fiqh [Islamic Jurisprudence] to elaborate the right and balanced path of educating a child.

Corporal punishment is considered as an effective disciplinary measure which is used to shape a child's behavior. In this regard, Islamic viewpoint is very clear as it has a balanced approach. The basic thing is to educate a child. Observing the whole life of the Prophet Muhammad (s.a.w)he had never ever beaten his students or sub ordinates as Hazrat Anas (R.A) narrated [Sahih Bukhari]. On the other hand, he allows a father to beat his child if he neglects Salah (prayer) after he reaches ten years of age (Abu Dawood). Beating a child is not a principle but a method which is used on the basis of need.

The researcher concludes that Shariah (Islamic Legislation) allows imposition of light physical punishment as a last and final method to educate a student. But it is permissible when all the other means of upbringing have been used previously and have no impact on him such as kindness, discussion, motivation, warning, advice and direction.

Key words:*punishment, institutions, jurisprudance*

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

[ii] پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

اسلام دینِ فطرت ہے اور ہمیں ہر معاملہ میں اعتدال کا درس دیتا ہے چاہے ایمانیات وعقائد ہوں، معاملات و عبادات یا معمولات و اخلاقیات۔ غرض ہر گوشۂ زندگی کے لیے بہترین راہنمائی قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں آپ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے جیسا کہ خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا[1]

"حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو[2]۔"

بچوں کو تعلیمی اداروں میں بھیجنے کا مقصد تعلیم و تربیت ہے جس کے لیے مناسب طریقہ ہائے کار اختیار کیے جانے چاہیے۔ اصلاح کے لیے ترغیب و ترہیب دونوں ضروری ہیں۔ صرف ترغیب بعض اوقات کارآمد نہیں ہوتی اور فقط ترہیب پر بھی اکتفاء مناسب نہیں بلکہ دونوں کو موقع محل کی مناسبت سے وقتاً فوقتاً کام میں لانا چاہیے۔

جسمانی سزا کا مفہوم

جسمانی سزا کے بارے میں قرآنِ حکیم، سیرتِ حسنہ اور فقہاءِ امت کے اقوال وآراء کی روشنی میں حدود کا تعیین کیا جائے گا۔ شریعت میں ایسی سزا کے لیے تعزیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

واصل التعزير المنع ولرد ولهذا قيل للتاديب الذى هو دون الحد تعزير لانه يمنع الجانيان يعاود الذنب[3]

" تعزیر" کی اصل ہے" عزر" جس کے لغوی معنی ہیں منع کرنا، باز رکھنا، ملامت کرنا۔"

اصطلاح شریعت میں اس لفظ (تعزیر) کا استعمال اس سزا کے مفہوم میں کیا جاتا ہے جو "حد" سے کم درجہ کی ہو اور تنبیہ و تادیب کے طور پر کسی کو دی جائے اور اس سزا کو " تعزیر" اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو اس فعل (گناہ و جرم) کے دوبارہ ارتکاب سے باز رکھتی ہے جس کی وجہ سے اسے وہ سزا (تعزیر) بھگتنی پڑی ہے۔

یعنی تعزیر وہ سزا ہے جو تنبیہ کے لیے دی جائے اور حد کے درجے سے کم ہو، مثلاً:

(۱) ملامت کرنا (۲) ڈانٹنا (۳) ہاتھ یا لکڑی سے مارنا (۴) کان کھینچنا (۵) سخت الفاظ کہنا (۶) مالی جرمانہ کرنا[4]

اسی طرح اقوامِ متحدہ کی کمیٹی برائے حقوق اطفال (UNCRC)، جسمانی سزا Corporal Punishment کی تعریف یوں کرتی ہے:

Any punishment in which physical force is used and intended to cause some degree of pain or discomfort, however light[5].

"ایک ایسی سزا جس میں جسمانی قوت کا استعمال ہو اور کسی درجے کا درد یا تکلیف پہنچانے کا ارادہ ہو، خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔"

ترغیب و ترہیب کا قرآن کریم، سیرتِ طیبہ اور فقہ اسلامی کی روشنی میں حکم

جسمانی سزا کا مفہوم سمجھنے کے بعد دورانِ تعلیم ترغیب و ترہیب کے بارے میں قرآن کریم، سیرتِ طیبہ اور فقہٴ اسلامی کے دلائل کے ذریعے بحث کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلے ترغیب کے استعمال اور جسمانی سزا سے گریز پر ثبوت، قرآن کریم، سیرتِ طیبہ اور فقہٴ اسلامی سے پیش کیے جائیں گے پھر ترہیب اور سزا کے جواز پر دلائل دیے جائیں گے اور آخر میں جسمانی سزا کی حدود ان ادلہ کی روشنی میں متعین کی جائیں گی۔

ترغیب کا استعمال اور جسمانی سزا دینے سے احتراز

دورانِ تعلیم بچوں کو ترغیب کے ذریعے آمادہ کرنے اور انھیں سزا دینے سے گریز سے متعلق قرآن کریم، احادیثِ رسول ﷺ اور فقہٴ اسلامی کے مطالعے سے کافی مواد سامنے آتا ہے۔ ترتیب وار ان مأخذ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

جسمانی سزا سے گریز کے بارے میں قرآن مجید کی تعلیم

قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اصلاح و تربیت کے لیے نرمی، عفو و درگزر اور خندہ پیشانی جیسی صفات جتنی کارگر اور مفید ہیں سختی، درشتی اور بدمزاجی سے وہ نتائج ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ قرآنِ کریم جناب نبی پاک ﷺ کو اصلاح و تربیت کے جن اصولوں کو اپنانے کی ہدایت کرتا ہے سورۃ آلِ عمران میں ان کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ[6]

" (ان واقعات کے بعد) اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر (اے پیغمبر) تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا۔ اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔ لہذا ان کو معاف کر دو، ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو، اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ لیتے رہو۔ پھر جب تم رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ یقیناً توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے[7]۔"

اس آیتِ کریمہ میں ماتحت، اولاد اور شاگرد کے ساتھ نگران، والد اور استاد کو حسنِ سلوک کرنے کے حوالے سے درج ذیل تعلیمات دی گئی ہیں:

ماتحتوں سے نرمی کرنا اور سختی سے گریز کرنا

قرآن شریف میں رسولِ پاک ﷺ کو اپنے شاگردوں اور ماتحتوں یعنی صحابہ کرامؓ سے نرمی کرنے اور سختی سے گریز کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ غزوہ احد کے دن صحابہ کرامؓ سے ایک غلطی ہوئی اور افراتفری میں جب نبی کریم ﷺ کی شہادت کی خبر سنی تو دلبرداشتہ ہو کر میدان چھوڑنے لگے لیکن پھر جب نبی کریم ﷺ کی پکار پر دوبارہ جمع ہوئے تو آپ نے ان کو کسی قسم کی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی، بلکہ حسن اخلاق سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ کا یہ اچھا اخلاق اور نرم طبیعت اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم اور رحمت کا نتیجہ ہے، ورنہ مسلمانوں کا جمع ہونا ممکن نہیں تھا۔

غصے کو پینا اور لوگوں سے عفو و درگزر کرنا

آیت بالا میں ارشادِ خداوندی ہے کہ ان صحابہ کرامؓ سے آپ کے حق میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس سے درگزر کیجیے، جیسا کہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا ہے اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کیجیے، ارشاد فرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ[8]

" (اے پیغمبر) درگزر کا رویہ اپناؤ، اور (لوگوں کو) نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں کی طرف دھیان نہ دو[9]۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ[10]

"اور انہیں چاہیے کہ معافی اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہاری خطائیں بخش دے[11]؟"

اور اسی طرح اللہ تعالی کا یہ بھی فرمان ہے:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ[12]

"اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں[13]۔"

معلوم ہوا کہ دعوت دین اور تعلیم و تربیت کے لیے نرمی و حسن اخلاق نہایت ضروری چیزیں ہیں، بد خلقی، درشتی اور سخت دلی سے لوگ کبھی قریب نہیں آسکتے۔

سختی اور بد خلقی کی نحوست

قرآنِ کریم کی آیتِ بالا سے واضح ہوتا ہے کہ مزاج کی سختی اور بد خلقی سے انسان اپنے مقاصد کے حصول سے نہ صرف محروم ہوتا ہے بلکہ اس کی نحوست سے رہنما اپنے کارکنان سے، پیر اپنے مریدین سے اور استاد اپنے شاگردوں سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو اس آیت مقدسہ میں ارشادِ خداوندی ہے:

"اگر آپ بد خلق، سخت زبان، سخت دل ہوتے اور اپنے صحابہ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے تو ایک ایک کر کے سب آپ سے علیحدہ ہو جاتے اور دعوت کا کام رک جاتا، لیکن اللہ نے آپ کو نرم خو، نرم زبان، خوش مزاج اور رحم دل بنایا ہے۔"

استاد و مربی کا نرم خو و مہربان ہونا

تربیت و اصلاح کے لیے قرآن کریم اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ مصلح نرم خو، مہربان اور شاگرد کی اصلاح و تربیت کے جذبے سے سرشار ہو چنانچہ قرآنِ کریم سرکارِ دوعالم ﷺ کی یہی صفات بیان کرتا ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[14]

"(لوگو) تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جس کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے، جو مومنوں کے لیے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے[15]۔"

استاد و مربی کا خوش خلق ہونا

استاد، مربی اور مصلح اپنی خوش خلقی سے پتھر دل کو بھی موم کر سکتا ہے چنانچہ قرآنِ کریم نے نبی کریم ﷺ کی اسی صفت کو بیان کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[16]

"اور بلاشبہ یقیناً تو ایک بڑے خلق پر ہے[17]۔"

بدنی سزا سے احتراز کے بارے میں تعلیماتِ نبوی ﷺ

تعلیم و تربیت کے میدان میں قرآن مقدس کی نرمی، شفقت، مہربانی، رحمدلی جیسی صفات اپنانے اور سختی و درشتی سے گریز کے بارے میں تفصیلاً دلائل سمجھنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں:

شاگرد سے نرمی اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بحیثیتِ معلم اساتذہ کرام کے لیے بہترین راہنمائی موجود ہے۔ معلم کی بہترین صفات اور اعلیٰ اخلاق طالب علم پر ایسے انمٹ نقوش چھوڑتا ہے جسے وہ ساری زندگی اپنے عمل کے سہارے دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ سیرت طیبہ بھی اسی بات کی طرف دعوت دیتی ہے۔ چنانچہ شاگرد، خدمت گار اور ماتحت سے انتہا درجے کی نرمی کا نمونہ بھی اگر دیکھنا ہو تو نبی کریم ﷺ کی زندگی سے حضرت انسؓ کی اس حدیث سے دیکھا جا سکتا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل سمع سلام بن مسكين قال سمعت ثابتا يقول :حدثنا انس رضى الله عنه قال خدمت النبى عشر سنين فما قال لى أف ولا لم صنعت ولا ألا صنعت[18].

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کہا، نہ آپ نے کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔"

اساتذہ کرام کے لیے اس حدیث پاک میں بہت بڑا سبق ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بغیر سزا کے پڑھانا ممکن نہیں وہ اس حضرت انسؓ کے اس بیان پر غور کر لیں۔ دس برس ایک طویل مدت ہے جس میں حضرت انسؓ کو مار پیٹ، ڈانٹ ڈپٹ اور برا بھلا کہنا تو دور کی بات، اُف تک نہیں کہا اور نہ کبھی پوچھ گچھ کی۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تربیت کے میدان میں آپ ﷺ نے ہمیشہ نرمی اور محبت سے کام لیا چنانچہ آپ کی اسی نرمی اور خوش اخلاقی کی گواہی دیگر صحابہ کرامؓ ان الفاظ میں دیتے ہیں:

عن مالک بن الحویرث قال أتینا رسول الله ونحن شببة متقاربون فأقمنا عنده عشرین لیلة وکا ن رسول الله رقیقا فظن أنا قد اشتقنا اهلنا فسألنا عن من ترکنا من اهلنا فاخبرناه فقال ارجعوا الی اهلیکم فاقیموا فیهم وعلموهم ومروهم فاذا حضرت الصلاة فلیؤذن لکم احدکم ثم لیؤمکم اکبرکم[19].

"حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے بیس راتیں آپ کے پاس قیام کیا۔ پھر آپ کو یہ گمان ہوا کہ جیسے ہم اپنے گھر والوں سے ملنے کا شوق رکھتے ہیں، چنانچہ آپ نے ہم سے ہمارے گھر والوں کے بارے میں معلومات لیں۔ ہم نے آپ کو سب کچھ بتادیا اور چونکہ آپ بڑے نرم مزاج اور رحم دل تھے، اس لیے آپ نے فرمایا: ''تم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ، پھر انھیں بھی تعلیم دو اور میرے احکامات ان تک پہنچاؤ اور تم نماز اسی طرح پڑھنا جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان کہے، پھر تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔"

معلم دراصل وہی ہے جو شاگرد کی نفسیات سمجھتا ہو۔ اسے اس وقت تک تعلیم دینی چاہیے جب تک کہ متعلم کا شوق وذوق بیدار ہو۔ اور جب ان میں اکتاہٹ محسوس کرے تو انھیں رخصت کردے۔

ہاتھ کی بجائے زبان سے سمجھانا

سیرت طیبہ کا مطالعہ قدم قدم پر ہمیں نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی شہادتیں دیتا ہے:

أن أباهریرة رضی الله عنه اخبره أن أعرابیا بال فی المسجد فثار الیه الناس لیقعو به فقال لهم رسول الله دعوه و أهریقوا علی بوله ذنوبا من ماء أو سجلا من ماء فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین[20]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنا شروع کیا تو لوگ اس کی طرف لپکے، تاکہ اسے ماریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہادو، بے شک تمھیں آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے، نہ کہ تنگی پیدا کرنے والے بنا کر۔"

اس واقعے میں جہاں ایک طرف سرکار دوجہاں ﷺ نے دیہاتی کی تربیت فرمائی وہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مار کی بجائے نرم گوئی سے سمجھانے کی تعلیم دی۔

تعلیم وتربیت میں مار پیٹ اور برا بھلا کہنے سے اجتناب کرنا

نبی اکرم ﷺ تعلیم وتربیت میں ڈانٹ ڈپٹ، مار پیٹ اور برا بھلا کہنے سے اجتناب فرماتے تھے

جیسا کہ حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

عن معاوية بن الحكم السلمی قال بينا أنا أصلی مع رسول الله اذ عطس رجل من القوم فقلت يرحمک الله۔ فرمانی القوم بابصارهم فقلت واثكل أمياه ما شأنكم تنظرون الی فجعلوا يضربون بأيديهم علی أفخاذهم فلما رأيتهم يصمتوننی لكنی سكت فلما صلی رسول الله فبأبی هو وامی ما رأيت معلما قبله ولا بعده أحسن تعليما منه فو الله ما كهرنی ولا ضربنی ولا شتمنی قال ان هذه الصلاة لا يصلح فيها شیء من كلام الناس انما هو التسبيح التكبير وقراءة القران[21]

"حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے کہا، "یَرْحَمُکَ اللہ "اس پر لوگ مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے، میں نے کہا، میری ماں مجھے گم پائے! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ مجھے اس طرح دیکھتے ہو! چنانچہ انھوں نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے شروع کر دیے۔ میں نے جب دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کبھی نہیں دیکھا، اللہ کی قسم! آپ نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک یہ نماز ایسی عبادت ہے کہ اس میں لوگوں کی (آپس کی) بات چیت درست نہیں ہے، اس میں تو بس تسبیح و تکبیر اور قراءت قرآن ہی ہے۔"

تعلیم و تربیت جتنی مؤثر نرمی، خوش اخلاقی اور ترغیب سے ہوتی ہے اتنی مار پیٹ، ڈانٹ ڈپٹ اور برا بھلا کہنے سے نہیں ہوتی۔

ماتحت، رعیت اور شاگرد کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنا

ماتحت، رعیت اور شاگرد کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنا بھی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سیرت کا بہترین گوشہ ہے چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ:

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قسم رسول الله قسمة فقال رجل من الانصار والله ما أراد محمد بهذا وجه الله فأتيت رسول الله فأخبرته فتمعر(فتمغر) وجهه وقال رحم الله موسٰی لقد أوذی بأكثر من هذا فصبر[22]

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ مال تقسیم کیا، انصار میں سے ایک (منافق) شخص نے کہا، اللہ کی قسم! محمد ﷺ نے اس تقسیم میں اللہ کی رضا کو مد نظر نہیں رکھا۔ میں نے یہ بات سنی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر آپ کو خبر دی، آپ کے چہرے کا رنگ متغیر

ہو گیا اور آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ موسیٰؑ پر رحم فرمائے، ان کو تو اس سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی تھی مگر پھر بھی انھوں نے صبر کیا۔"

طلبہ مختلف خاندانوں، زبانوں، علاقوں اور ذہنی سطح سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے اگر ان میں سے کوئی ایسی بات کر دے جو معلم کو بری لگے تو اس پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا ہی نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات ہیں اور اس کا عملی مظاہرہ مندرجہ بالا حدیث سے عیاں ہے۔

سختی کے جواب میں عطا و احسان کا معاملہ کرنا

ایسے ہی قائد، حاکم، معلم اور مرشد کو کم علم اور محدود ذہنیت کے حامل افراد کے ساتھ عفو و درگزر اور عطا و احسان کا معاملہ کرنا چاہیے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اعرابی کی سختی کا جواب مسکراہٹ اور احسان سے دیا۔

عن أنس بن مالک قال کنت أمشی مع رسول الله وعلیه برد نجرانی غلیظ الحاشیة فأدرکه أعرابی فجبذ بردائه جبذة شدیدة قال أنس فنظرت الی صفحةعاتق النبی وقد أثرت بها (فیها) حاشیة الرداء من شدة جبذته ثم قال یا محمد مر لی من مال الله الذی عندک فالتفت الیه فضحک ثم أمر له بعطاء[23]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے، اس کا حاشیہ بہت سخت تھا۔ راستے میں آپ کو ایک دیہاتی ملا، اس نے آپ کی چادر پکڑ کر بہت زور سے کھینچا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر پھٹ گئی اور آپ کے کندھوں پر چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا، اے محمد! جو مال اللہ کا آپ کے پاس ہے، اس میں سے کچھ مجھے بھی دینے کا حکم دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا، آپ مسکرائے اور اس کو کچھ مال دینے کا حکم صادر فرمادی۔"

ماتحت کی طرف سے کسی سختی و درشتی کے معاملے کو نہایت نرمی اور خوش اخلاقی سے برداشت کرتے ہوئے حل کرنا چاہیے تاکہ اچھے سلوک سے متاثر ہو کر معلم کا گرویدہ ہو جائے۔

تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرنا

اسی طرح ایک موقع پر جب چند دیہاتیوں نے آپ کو گھیر لیا تو اس وقت بھی آپ نے نہایت تحمل اور برداشت کا مظاہرہ فرمایا جس کو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أخبرنی جبیر بن مطعم أنه بینما هو یسیر مع رسول الله ومعه الناس مقفله من حنین فعلقة الناس (فعلقت الاعراب) یسألونه حتی اضطروه الی سمرة فخطفت رداءه فوقف النبی فقال أعطونی ردائی لو کان لی عدد هذه العضاه نعما (عدد هذه العضاه نعم) لقسمته بینکم (علیکم) ثم لا تجدونی (لا تجدوننی) بخیلا ولا کذوبا ولا جبانا[24]

"حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین کے بعد واپس ہوئے تو کیفیت یہ تھی کہ میں اور میرے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ آپ کے ساتھ چل رہے تھے کہ چند دیہاتی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا، یہاں تک کہ آپ کو ایک ببول کے درخت کی طرف جانے پر مجبور کر دیا۔ اس درخت میں آپ کی چادر الجھ گئی، آپ ٹھہر گئے اور فرمایا: "مجھے میری چادر دے دو، اگر میرے پاس اس جنگل کے درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوں تو میں وہ سب تم لوگوں میں تقسیم کر دوں گا، تب بھی تم مجھے نہ بخیل پاؤگے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔"

معلم کے اندر حلم کی صفت انتہا درجے کی ہونی چاہیے تاکہ کسی بھی وقت متعلم کی طرف سے پیش آنے والے نامناسب رویے کی بہتر طور پر اصلاح کر سکے اور اس کی ذہنی سطح پر اتر کر نہ صرف اس کی بات کو سمجھے بلکہ اس کے مسئلے کو حل بھی کرے۔

کج رو اور ٹیڑھے مزاج کے حامل طلبہ سے معافی و درگزر کرنا

عفو و درگزر ایسی صفت ہے جو پتھر دلوں کو بھی موم کر دیتی ہے۔ سخت سے سخت مزاج آدمی تو ایک طرف جانور تک محبت کی زبان سمجھتے ہیں چنانچہ سیرت کی کتب کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے اپنے حلم، نرمی، خوش اخلاقی اور عفو و درگزر کی صفات سے عرب کے سخت مزاج لوگوں کو موم کر دیا اور ان ایسی تربیت فرمائی کہ خداوندِ قدوس اپنے کلام میں جابجا ان کی تعریف کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی اسی صفتِ عفو کا تذکرہ تورات میں بھی کیا گیا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما أن هذه الایة التی فی القران یا أیها النبی [انا أرسلناک شاهدا ومبشرا و نذیرا]قال فی التوراة یا أیها النبی انا أرسلناک شاهدا ومبشرا و نذیراو حرزا للأمیین أنت عبدی ورسولی سمیتک المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب بالأسواق ولا یدفع السیئة بالسیئة ولکن یعفو ویصفح ولن یقبضه الله حتی یقیم به الملة العوجاء بأن یقولوا لا اله الا الله فیفتح بها بها أعینا عمیا واذانا صما وقلوبا غلفا[25]

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا[26]

تو(رسول اللہ ﷺ سے متعلق) تورات میں ہے:

"اے نبی ! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا، آپ نہ بدخو ہیں، نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے، اور (وہ ایسے نبی ہیں کہ) وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عرب قوم) کو سیدھا نہ کرلیں، یعنی جب تک وہ ان سے "لا الہ الا اللہ" کا اقرار نہ کرالیں۔ پس اس کلمۂ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔"

معلم کے اندر بھی معاف کردینے کی صفت کا ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کا واسطہ چھوٹے طلبہ سے ہوتا ہے۔ بچے شرارتی ہوتے ہیں اور ناسمجھ بھی، لہذا استاد حلیم الطبع اور عفو سے کام لینے والا ہوگا تو ان کی بہتر طور پر اصلاح اور تربیت کرسکے گا۔

خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا

اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملاقات کو بھی ہمارے آقا ﷺ نے باعثِ اجر و ثواب بتلایا ہے جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

عن أبی ذر قال قال لی النبی لا تحقرن من المعروف شيئا ولو أن تلقى أخاک بوجه طلق.[27]

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی اچھے کام کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ تمھارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔"

طلبہ اپنے اساتذہ کے بہت قریب ہوتے ہیں اور ان کی بات مانتے ہیں لہذا معلمین کو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ شاگردوں سے پیش آنا چاہیے تاکہ ان کی شخصیت کی بہتر طریقے سے تعمیر ہوسکے۔

ماتحت سے ذاتی معاملات میں انتقام نہ لینا

شاگرد اور ماتحت سے ذاتی معاملات میں انتقام نہ لینے کا سبق بھی ہمیں سیرت مصطفیٰ ﷺ کی ورق گردانی سے ہی ملتا ہے:

عن عائشة رضی الله عنها قالت ما انتقم رسول الله لنفسه بی شیء يؤتى اليه حتى ينتهک من حرمات الله فينتقم لله۔[28]

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا ہاں جب اللہ کی قائم کی ہوئی حد کو توڑا جاتا تو آپ پھر بدلہ لیتے تھے۔"

اس حدیث پاک کی رو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متعلم کی طرف سے اگر استاد کی کوئی حق تلفی ہو تو معلم کو اس بات پر طالب علم سے بجائے انتقام لینے کے صبر کرنا چاہیے کیونکہ یہی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات ہیں۔

معلم کو سختی کرنے کی ممانعت

دوانِ تعلیم، معلم کو سختی کرنے کی ممانعت، آپ ﷺ کی تعلیمات کا درخشاں باب ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عن أبي هريرة أن رسول الله قال علموا ولا تعنفو ا فان المعلم خير من المعنف[29]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تعلیم دو مگر سختی نہ کرو کیونکہ تعلیم دینے والا سختی کرنے والے سے بہتر ہے۔"

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم کے لیے سختی ضروری نہیں ورنہ آپ ﷺ اس کی ممانعت نہ فرماتے۔ لہذا ضروری ہے کہ طالب علم کے دل میں علم کی اہمیت اور شوق کو پیدا کیا جائے تاکہ وہ حصولِ علم کی طرف راغب ہو۔

سہولت و آسانی پیدا کرنا

مسلمان آسانی و سہولت دینے والا ہے نہ سختی و مشکل میں ڈالنے والا جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

وقال انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين[30]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور تنگی و مشکل میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔"

بے جا سختی فائدے کی بجائے نقصان کا سبب بنتی ہے اور متعلم کے اندر بہت ساری نفسیاتی خرابیوں کو پیدا کرتی ہے۔اس کے علاوہ بچے کی شخصیت پر منفی اثرات ڈالتی ہے اس لیے اس سے گریز کرنا چاہیے۔

علم کی طرف رغبت پیدا کرنا

اسی طرح مسلمان رغبت و محبت والا ہوتا ہے نفرت کے بیج بونے والا نہیں ہوتا، انس بن مالکؓ اس

بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

قال أبو التياح وسمعت أنس بن مالک يقول ان رسول الله ﷺ قال يسرو ا ولا تعسروا وسکنوا ولا تنفروا[31]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسانی کرو تنگی نہ کرو، راغب کرو متنفر نہ کرو۔"

سختی سے بچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے آسان حل تجویز فرمایا ہے کہ علم کا ذوق اور شوق بچے کے اندر پیدا کر دو۔ جب ایک دفعہ بچہ تعلیم کی طرف آمادہ ہو گیا تو پھر اس کو معاشرے کا بہترین فرد بنانے پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔

جبر سے پرہیز اور بردباری کو اختیار کرنا

علم و جبر اکٹھے نہیں ہو سکتے، اسی طرح عالم کے اندر جباریت اور جہالت نہیں آنے چاہیے جیسا کہ حضرت عمرؓ نقل کرتے ہیں:

قال عمر رضی الله عنه تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکينة والحلم وتواضعوا لمن تعلمون ولا تکونو من جباری العلماء فلا يقوم علمکم مع جهلکم[32]

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے: علم بھی سیکھو اور علم کی خاطر سکون و بردباری بھی سیکھو اور سیکھنے والوں کے لیے تواضع اختیار کرو اور جابر علماء میں سے نہ ہونا کیونکہ علم اور جہالت اکٹھے نہیں رہ سکتے۔"

مندرجہ بالا حدیث میں سختی و جبر کرنے والے اساتذہ کرام کے لیے تنبیہ ہے۔ علم انسان کے اندر تواضع، عاجزی، انکساری، نرمی اور بردباری کے جذبات کو پروان چڑھاتا ہے جب کہ جہالت جبر کی طرف مشیر ہوتی ہے۔ اسی لیے جاہل جب دلیل کا جواب نہ دے سکے تو تشدد پر اتر آتا ہے۔ اس قسم کے رویوں سے معلمین حضرات کو خاص طور پر بچنا چاہیے۔

معلم شاگرد کے لیے بمثل والد

معلم و شاگرد کا آپس کا رشتہ باپ بیٹے کی طرح ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عن أبی هريرة عن النبی قال انما أنا لکم مثل الوالد لولده[33]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمھارے لیے ایسے ہوں جیسے باپ بیٹے کے لیے۔"

جب ایک معلم کے اندر یہ جذبات ہوں کہ متعلم میرے لیے اپنے بچوں کی مثل ہے تو بہت سارے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ خرابی یہاں سے شروع ہوتی ہے جب اپنے اور پرائے میں تمیز شروع کر دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ جو معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں اور اپنے آپ کو متعلم کے لیے والد کی مثل قرار دے رہے ہیں تو اساتذہ کرام کو بھی آپ ﷺ کے اس ارشاد پر عمل کرنا دنیا وآخرت کے فائدے سے خالی نہیں۔

ترہیب اور سزا کا ثبوت

ترغیب کے بارے میں تفصیلی دلائل کے بعد اب ترہیب اور جسمانی سزا کے ثبوت اور جواز کے متعلق شرعی دلائل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ترتیب وار قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور فقہِ اسلامی کی روشنی میں جسمانی سزا کے جواز کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی رو سے ترہیب اور جسمانی سزا

سب سے پہلے جسمانی سزا کو ہم قرآن کریم کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ اس حوالے سے قرآنی تعلیمات کیا ہیں:

غیر حاضری پر استاد کا شاگرد کو سزا دینا

قرآنِ کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَابِٕبِيْنَ لَاُعَذِّبَنَّه عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّه اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ[34]

"اور انہوں نے (ایک مرتبہ) پرندوں کی حاضری لی تو کہا: کیا بات ہے، مجھے ہدہد نظر نہیں آرہا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح کر ڈالوں گا، الا یہ کہ وہ میرے سامنے کوئی واضح وجہ پیش کرے[35]۔"

ان آیات سے کئی مسائل اخذ ہوتے ہیں مثلاً

- اپنے ماتحت کی خبر گیری کرنا۔
- ہدہد سب سے چھوٹا پرندہ تھا لہذا چھوٹوں کو زیادہ توجہ دینا۔

- غیر حاضری پر استاد شاگرد کو سزا کے سکتا ہے، علی ہذا القیاس باپ بیٹے کو اور پیر مرید کو سزا دے سکتا ہے۔
- ماتحت کو صفائی کا موقع فراہم کیا جائے۔

سزا سے قبل تنبیہ کرنا

اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت حضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے اور ان سے علم سیکھنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں تو حضرت حضر علیہ السلام چند شرائط لگاتے ہیں جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ماننے کی حامی بھری۔ سورۃ الکھف میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے:

قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔــلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓي اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا[36]

"حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ان شاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے، اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا: اچھا! اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو جب تک میں خود ہی آپ سے کسی بات کا تذکرہ شروع نہ کروں، آپ مجھ سے کسی بھی چیز کے بارے میں سوال نہ کریں[37]۔"

قرآن کریم کی ان آیات سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

- بوقتِ داخلہ شرائط عائد کی جاسکتی ہیں۔
- شرائط پوری نہ کرنے پر ادارے سے اخراج کیا جاسکتا ہے نیز سزا بھی دی جاسکتی ہے۔
- حتمی سزا دینے سے قبل تنبیہ کی جانی چاہیے۔

ترہیب اور ڈراوے کی سزا

قرآن کریم میں دوسرے مقام پر سزا کا ایک اور طریقہ سکھایا گیا ہے اور وہ یہ کہ ماتحت کو ترہیب اور ڈراوے کے ذریعے عمل پر آمادہ کیا جائے۔ سورۃ التوبہ میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَاۗفَّةً ط فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْھُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّھُمْ يَحْذَرُوْنَ[38]

"اور مسلمانوں کے لیے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہمیشہ) سب کے سب (جہاد کے لیے) نکل کھڑے ہوں۔ لہٰذا ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لیے) نکلا کرے، تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے محنت کریں، اور جب ان

کی قوم کے لوگ (جو جہاد میں گئے ہیں) ان کے پاس واپس آئیں تو یہ ان کو متنبہ کریں، تاکہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں[39]۔"

علماءِ امت کا ایک گروہ دین سیکھنے اور لوگوں کو سکھانے نیز انھیں ڈراتے رہنے کی ذمہ داری سنبھالے رکھے۔ لِیُنذِرُوا کا لفظ، جو ڈرانے والوں کے لیئے استعمال ہوا ہے، ظاہر کرتا ہے کہ ماتحت کو مختلف سزائیں دی جاسکتی ہیں، ان سزاؤں میں سے ایک سزا ڈرانا بھی ہے۔ بالفاظِ دیگر ایسی سزا (ڈرانا) جس میں سزا دینے والا ماتحت کے لیے بھرپور محبت، شفقت اور اصلاح کی نیت رکھتا ہو۔ اصل میں سختی مقصود نہیں بلکہ اصلاح مطلوب ہے جو کہیں تو نرمی سے اور کبھی کبھار سختی سے حاصل ہوتی ہے۔

احادیثِ نبوی ﷺ کے آیئنے میں جسمانی سزا

قرآنِ کریم میں جسمانی سزا کے تصور کو سمجھنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں جسمانی سزا کے حکم اور حدود و قیود کو دیکھتے ہیں چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ »[40]

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق بازپرس ہوگی۔"

نگرانی جسے بھی تفویض کی جائے تو اپنے کام کو بہتر بنانے اور ماتحت کی اصلاح کی غرض سے وہ مختلف اوقات اور مواقع پر متنوع طریقوں سے کام لیتا ہے۔ ایسے ہی اساتذہ کرام کو موقع محل کی مناسبت سے کئی طرح سے طلبہ کی تربیت کرنا پڑتی ہے۔

تربیت کے لیے غصہ کرنا اور ڈانٹنا

ماتحتوں کو اپنے سے قریب کرنے کے لیے ان کی دلجوئی کرنا اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا بھی نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے تو دوسری طرف اپنے صحابہؓ کی تربیت کے لیے ان پر غصہ کرنا اور ڈانٹ ڈپٹ بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ:

عن أبی مسعود الانصاری قال جاء رجل الی رسول الله فقال انی لأتأخرعن صلاة الصبح من اجل فلان مما يطيل بنا فما رأيت النبی غضب فی موعظة قط أشد مما غضب يومئذ فقال يأيها الناس ان منكم منفرين فأيكم أم الناس فليوجز فان من ورائه الكبير والضعيف و ذاالحاجة[41].

"حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، میں صبح کی نماز کے لیے تاخیر سے جاتا ہوں، کیونکہ "فلاں" امام ہمیں بڑی لمبی نماز پڑھاتا ہے۔ تو میں نے نبی کریم ﷺ کو وعظ و نصیحت میں کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا جتنا اس دن دیکھا۔ آپ نے فرمایا : "لوگو! بے شک تم میں کچھ ایسے ہیں جو نفرت دلاتے ہیں، لہٰذا تم میں سے جو شخص نماز پڑھائے وہ اختصار کرے (ہلکی پھلکی نماز پڑھائے) کیونکہ نمازیوں میں عمر رسیدہ بھی ہوتے ہیں، مریض بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں اپنے کام کاج کے لیے جلدی جانا ہوتا ہے۔"

آپ ﷺ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے شاگرد کو کسی فعل سے روکنے کی خاطر اس پر غصہ ہونا اور ڈانٹنا بھی جائز ہے۔

گھر والوں کی تنبیہ کے لیے کوڑا لٹکانا

گھر والوں نصیحت کرنا اور ان کو ڈرانے کے واسطے گھر میں کوڑا لٹکانے کا نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

وقدروی عن النبی أنه قال لرجل أوصاه ولا ترفع عصاک عن أهلک و أخفهم فی الله[42]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو نصیحت کی کہ: اور (تنبیہ کے لیے) اپنے گھر والوں سے لکڑی نہ ہٹانا اور انھیں اللہ سے ڈراتے رہنا۔"

حدیثِ بالا سے معلوم ہوا کہ ماتحت، اولاد اور شاگرد کے دل میں اتنا ڈر اور خوف ہو کہ اگر یہ کام نہیں کروں گا تو بڑا، والد یا استاد پوچھے گا۔ کیونکہ بعض اوقات نرمی اتنی کارگر نہیں ہوتی جتنی کہ تنبیہ۔

نماز نہ پڑھنے پر بچوں کو مارنے حکم

بطور سزا اور تنبیہ بچوں کو نماز نہ پڑھنے پر مارنے کا حکم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی تربیت اور اصلاح کے لیے انھیں حدودِ شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے جسمانی سزا حدیثِ طیبہ سے ثابت ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال قال النبی مرو ا صبيانكم بالصلاة اذا بلغوا عشرا وفرقو ا بينهم فی المضاجع[43]

"عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمھارے بچے سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انھیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو اس (نماز نہ پڑھنے) پر انہیں مارو اور ان کے بستر علیحدہ کردو۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی تربیت کے لیے، جب وہ کسی کام میں کوتاہی اور سستی کا ارتکاب کریں، ان کی برداشت کی حد تک انھیں مارنے کی اور جسمانی سزا دینے کی اجازت موجود ہے۔

تربیتِ اولاد پر رسول اللہ ﷺ کی دعا

والدین اور اساتذہ کے فرائض میں بچوں کی تربیت بھی شامل ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ایسے والدین کے لیے دعا فرمائی ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن الشعبی قال قال رسول اللہ □ رحم اللہ والدا أعان ولدہ عل برہ[44]

"شعبی سے روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا بھلا کرے ان والدین کا، جو راستبازی پر اپنے بیٹے کی مدد کرتے ہیں۔"

اصل چیز یہی ہے کہ بچوں کی تربیت اور اصلاح ہو جائے کیونکہ یہ معمارانِ قوم ہیں، انھوں نے معاشرے کی ذمہ داریوں کو سنبھالنا ہے اور ملک و قوم کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہو گی لہذا ان کی تعلیم و تربیت میں کسی قسم کی کمی نہیں رہنی چاہیے۔

تادیبِ اولاد کے لیے گھر میں کوڑا لٹکانے والے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی دعا

اسی طریقے سے بعض اوقات بچوں کی تربیت کے لیے انھیں ڈرانے کی بھی ضرورت ہوتی ہے لہذا والدین کو اس مقصد کے لیے گھر میں کوڑا لٹکانے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ ایسے شخص کے لیے نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی ہے چنانچہ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن جابر قال قال رسول اللہ رحم اللہ امرء علق فی بیتہ سوطا یؤدب بہ اھلہ[45]

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جو اپنے گھر والوں کی تنبیہ (تادیبی کارروائی) کیلئے اپنے گھر میں کوڑا لٹکائے۔"

سرکار دو جہاں ﷺ کا مقصد بچوں کی تربیت کرنا ہے چنانچہ اس کے لیے والدین اور اساتذہ کو مارنے کی بھی اجازت دی ہے۔ اس لیے کہ پھوڑا نکل آنے پر بچہ لاکھ روئے، منہ بنائے، بھاگے، لیکن نشتر لگانے کے لیے طبیب بھی تیار ہوتا ہے اور والدین بھی کسی قسم کا اعتراض نہیں کرتے۔

شریعت کی رو سے بچوں کو جسمانی سزا دینے کی حدود و قیود

سزا کسی حد تک استاد اور والدین کی ناکامی کا ثبوت بھی ہے کہ وہ بچے کو آسان زبان میں سوال و

جواب کر کے اپنی بات سمجھانے میں ناکام رہے ہیں۔ اصولاً تو یہ ہونا چاہیے کہ بچوں کو مارنے کی بجائے صبر و تحمل کے ساتھ سمجھایا جائے۔ مارنے سے انھیں یہ تاثر ملتا ہے کہ جسمانی قوت، زبان اور بات چیت سے زیادہ طاقتور ہے۔ اگر بالفرض سزا دینا ناگزیر ہو تو اس کے لیے چند اصول ذہن میں رکھنے چاہئے:

- **تنبیہ، تربیت، اصلاح اور تادیب کے لیے سزا کی اجازت**

تنبیہ تربیت، اصلاح اور تادیب کے لیے سزا کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کی اجازت بھی ہے۔

- **تادیبی سزا کا درجۂ اہلام تک نہ پہنچنا**

عربی کا مقولہ ہے کہ:

الضروری یتقدر بقدر الضرورة[46]

"یعنی ضروری بقدرِ ضرورت ہی ضروری ہوتا ہے۔"

اتنی تادیبی سزا جو پرورش اور تربیت کے لیے مفید ہو، دی جاسکتی ہے نہ اتنی کہ درجۂ اہلام یعنی سخت تکلیف و مصیبت تک پہنچ جائے۔

- **ضربِ فاحش کی ممانعت**

ضربِ فاحش یعنی ایسی سخت مار جس سے کھال پر نشان پڑ جائیں، سے فقہاء نے منع کیا ہے اور جس مار سے ہڈی ٹوٹ جائے یا کھال پھٹ جائے بدرجۂ اولیٰ منع ہے۔ جیسا کہ

(کما لو ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا)فانه یعزره[47]

"یعنی اگر معلم نے بچے کو سخت مار، مارا تو بچے کی شکایت کرنے پر معلم کو تعزیر دی جائے گی۔"

- **غصہ کی حالت میں نہ مارنا**

غصہ کی حالت میں نہ مارے کیونکہ حواس حالتِ غصہ میں درست نہیں ہوتے اس لیے غصہ کو روکے اور سوچ سمجھ کر سزا دے۔ سخت غصّہ کی حالت میں سامنے سے ہٹ جائے یا بچے کو ہٹا دے۔

- **دس سال سے کم عمر بچے کو غلطی پر نہ مارنا**

دس سال سے کم عمر بچے کو غلطی پر نہ مارنا بلکہ کوئی اور تنبیہ کا مناسب طریقہ اختیار کرنا جیسا کہ

مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث میں نماز نہ پڑھنے پر دس سال کے بچے کو مارنے کا حکم آیا ہے[48]۔

دس سال سے زیادہ عمر کے بچوں کو مارنے کی ضرورت پڑے تو درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا

دس برس سے زیادہ عمر کے بچوں کو اگر سزا دینا ناگزیر ہو تو درج ذیل باتوں کا خیال رکھے:

أ- ایک ہی جگہ تین مرتبہ سے زیادہ نہ مارے۔ جیسا کہ در مختار میں ہے:

ولا یجاوز الثلاث وکذالک المعلم لیس له أن یجاوزها قال علیه الصلاة والسلام لمرداس المعلم ایاک أن تضرب فوق الثلاث فانک اذا ضربت فوق الثلاث اقتص الله منک[49]

" (ایک ہی جگہ) تین مرتبہ سے تجاوز نہ کرے اور اسی طرح معلم بھی اس سے تجاوز نہ کرے جیسا کہ مرداس معلم سے آپ ﷺ کا فرمانا کہ تین مرتبہ سے زائد مارنے سے بچو پھر اگر تو نے تین مرتبہ سے زائد مارا تو (قیامت کے دن) تجھ سے اللہ تعالی کے ہاں (یہ بچے) قصاص لیں گے۔"

ب- اتنا سخت نہ مارنا کہ اس کا اثر ہڈی تک پہنچ جائے[50]۔

ت- چہرہ، سینہ، سر، پیٹ یا شرمگاہ پر نہ مارنا۔

عن أبی هریرة أن النبی الله قال اذا قاتل أحدکم فلیتق الوجه[51]

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی کسی سے جھگڑا کرے تو چہرے (پر مارنے) سے پرہیز کرے۔"

ث- غصہ کی حالت میں نہ مارنا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے غصے کی حالت میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ہے:

کتب أبوبکرة الی ابنه وکا ن بسجستان بان لا تقضی بین اثنین وانت غضبان فانی سمعت النبی یقول لا یقضین حکم بین اثنین وهو غضبان[52].

"حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو جو سجستان میں تھے لکھ بھیجا کہ دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرنا جب کہ تم غصہ کی حالت میں ہو اس لئے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی ثالث دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔"

ج- مارنے کی وجہ طالب علم کو بتانا[53]۔

ح- اگر طالب علم کہہ دے بس خدا کے لیے معاف کر دو تو مزید نہ مارنا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس أن رسول الله قال من استعاذ بالله فاعيذوه ومن سألكم بوجه الله فأعطوه[54]

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جو تم سے اللہ کے نام پر پناہ مانگے تو اسے پناہ دو اور جو اللہ کے نام پر مانگے اسے عطا کرو۔"

نتائج

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بچوں کی اصلاح اور تربیت کے لیے ترغیب، نرمی، بلند اخلاق اور شفقت سے کام لیا جائے ہاں بوقتِ ضرورت، انھیں حدودِ شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے مارنے کی اجازت بھی ہے لیکن سزا اور تشدّد کے فرق کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔ سزا دیتے ہوئے نیت اور مقصود بچے کی اصلاح اور خیر خواہی ہوتی ہے جبکہ تشدد میں بچے پر غصّہ نکالا جاتا ہے۔ لہٰذا سزا دیتے ہوئے یہ لحاظ رکھا جائے کہ سزا تشدد کی حد تک نہ پہنچ جائے۔

حواشی وحوالہ جات

1 سورۃالاحزاب۳۳: ۲۱

2 عثمانی، محمد تقی، مفتی،آسان ترجمہ قرآن:۱۲۸۹،مکتبہ معارف القرآن، کراچی(س۔ن)

3 الأفریقي، محمد بن مکرم بن منظور المصري،لسان العرب ۴: ۵۶۱،دار صادر—بیروت،۱۴۲۲ھ

4 تھانوی،اشرف علی،مولانا،تربیتِ اولاد: ۲۸،مکتبہ فیض القرآن صدف پلازہ اردو بازار محلہ جنگی، پشاور(س۔ن)

5UNCRC General Comment's n°8 on the right of the child to protection from corporal punishment and other cruel or degrading forms of punishment, CRC/C/GC/8, 2 June 2006. http://www.ohchr.org/english/bodies/crc/docs/co/CRC.C.GC.8.pdf

6 سورۃ آل عمران۱۵۹:۳

7 آسان ترجمہ قرآن:۲۲۹

8 سورۃالاعراف۷:۱۹۹

9 آسان ترجمہ قرآن:۵۱۲

10سورۃالنور۲۲:۲۴

11 آسان ترجمہ قرآن:۱۰۷۰

12سورۃ آل عمران۱۳۴:۳

13 آسان ترجمہ قرآن:۲۲۱

14 سورۃ التوبہ ۹:۱۲۸

15 آسان ترجمہ قرآن: ۶۱۹

16 سورۃ القلم ۶۸: ۴

17 آسان ترجمہ قرآن: ۱۷۸۱

18 البخاری، محمد بن إسماعیل أبو عبداللہ الجعفی، صحیح البخاری، حدیث (5691) دار ابن کثیر - بیروت، ۱۴۰۷ھ

19 النیسابوری، أبو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم، صحیح مسلم، حدیث (1567)، دار الجیل بیروت، دار الأفاق الجدیدۃ، بیروت (س۔ن)

20 صحیح البخاری، حدیث (5777)

21 صحیح البخاری، حدیث (۱۲۲۷)

22 صحیح البخاری، حدیث (۶۰۵۹)

23 صحیح البخاری، حدیث (۶۰۸۸)

24 صحیح البخاری، حدیث (۲۸۲۱)

25 صحیح البخاری، حدیث (۴۸۳۸)

26 سورۃ الفتح ۴۸: ۸

27 صحیح مسلم، حدیث (۶۸۵۷)

28 صحیح البخاری، حدیث (۶۴۶۱)

29 الطیالسی، أبو داود سلیمان بن داود بن الجارود البصری، مسند أبی داود الطیالسی، حدیث (۲۶۵۹)، دار ھجر مصر، ۱۴۱۹ھ

30 البغدادی، أبو بکر محمد بن الحسین، أخلاق أہل القرآن، حدیث (۴۸) دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

31 مسند أحمد، أبو عبداللہ أحمد بن محمد بن حنبل، حدیث (۱۲۳۳۳) مؤسسہ الرسالہ، ۱۴۲۱ھ

32 البیہقی، أحمد بن الحسین بن، السنن الکبری، حدیث (۵۳۹) دار الخلفاء للکتاب الإسلامی الکویت، ۱۴۲۱ھ

33 النیسابوری، أبو بکر محمد بن إسحاق بن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ، حدیث (۱۸۰) لمکتب الإسلامی بیروت

34 سورۃ النمل ۲۷: ۲۲،۲۱

35 آسان ترجمہ قرآن: ۱۱۴۹

36 سورۃ الکہف ۱۸: ۶۹- ۷۰

37 آسان ترجمہ قرآن: ۹۱۵

38 سورۃ التوبۃ ۹:۱۲۲

39 آسان ترجمہ قرآن: ۶۱۶

40 صحیح البخاری ۲،:۵

41 صحیح مسلم، حدیث(۱۰۷۲)

42 النمری، یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر، التمہید لما فی الموطا من المعانی والأسانید ۱۹: ۱۶۰، وزارة عموم الأوقاف والشون الِاسلامیہ، ۱۳۸۷ھ

43 أبو بکر بن أبي شیبہ، المصنف فی الأحادیث والآثار ۱: ۳۰۴، مکتبہ الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ

44 نفس مصدر

45 الألبانی، محمد ناصر الدین، صحیح وضعیف الجامع الصغیر ۳: ۳۷۶، برنامج منظومة التحقیقات الحدیثیة (س۔ن)

46 مظہری، محمد ثناء اللہ، تفسیر المظہری ۱: ۹۰۱، مکتبہ رشدیہ، پاکستان، سنہ الطبع: ۱۴۱۲ھ

47 ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین، رد المحتار علی الدر المختار ۱: ۳۲۰، دار الفکر-بیروت، ۱۴۱۲ھ

48 الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار ۳۰۴:۱

49 رد المحتار علی الدر المختار ۳۵۲:۱

50 علامۃ الہمام مولانا الشیخ نظام، الفتاوی الہندیہ ۵: ۳۷۹، دار احیا التراث العربی —بیروت، لبنان

51 مسند أبی داود الطیالسی، حدیث(۲۶۸۱)

52 صحیح البخاری، حدیث(۱۵۸۷)

53 العسقلانی، أحمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱۴: ۳۵۲، دار المعرفة-بیروت، ۱۳۷۹ھ

54 سنن أبی داود، ۴،:۴۸۹، حدیث(۵۱۱۰)